حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مجموعہ

مواعظ اشرفیہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ تھانوی دفتر رسالہ الابقاء
مولوی مسافر خانہ ایم اے جناح روڈ کراچی ۱
فون: ۷۷۷۷۶۲۰، ۷۷۷۰۰۹۴

تن او کہ صافی تر از جانِ ماست　　　اگر آمد و شد بیک دم رو است

(آپ کا جسم ہماری روح سے صاف تر ہے ایک گھڑی میں آمد و رفت صحیح ہے)

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیال انسانی ذرا سی دیر میں بہت دور پہنچ جاتا ہے، چنانچہ آپ اسی وقت عرش کا تصور کیجیے تو ایک منٹ سے بھی کم میں عرش پر خیال پہونچ جائے گا۔ خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے وہ مادیات کی طرح کثیف نہیں اس لئے اس کی سیر میں کوئی حاجت و مانع نہیں ہوتا تو مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تو ہمارے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے جب خیال ذرا سی دیر میں کہیں سے کہیں پہونچ جاتا ہے تو آپ کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہاں سے عرش تک ذرا سی دیر میں آئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ ایک دلیل عقلی فلاسفہ جدید پیش کیا کرتے ہیں کہ ہوا کے طبقہ سے اوپر جو خلا ہے اس میں ہوا نہ ہونے کے سبب کوئی متنفس زندہ نہیں رہ سکتا تو آپ اس میں سے اگر گذرتے تو زندہ کیسے رہتے مگر انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ بعد تسلیم اس التزام کے یہ اس وقت ہے جب متنفس کو اس میں کچھ مکث بھی ہو چنانچہ آگ کے اندر سے اگر جلدی جلدی ہاتھ کو نکالا جاوے تو آگ کا اثر نہیں ہوتا۔

پس آپ اگر نہایت سرعت کی ساتھ اس خلا میں سے گذر جائیں تو وہ عدم تنفس میں موثر نہ ہوگا اور دلیل نقلی ان منکرین کے پاس حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے وَاللهِ مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْاِسْرَاءِ کہ بخدا شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مفقود یعنی غائب نہیں ہوا اس کا جواب بعض لوگوں نے تو یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہ اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کہاں تھیں (نیز اس وقت ان کی عمر بہت ہی کم تھی شاید چار پانچ سال کی ہوں اور اگر معراج ۵ نبوت میں ہوئی ہو جیسا کہ زہری کا قول ہے تو وہ اسی سال پیدا ہوئی ہوں گی ۱۲ جامع)

اس لئے اجلۂ صحابہ کی روایت اس واقعہ میں ان کی روایت سے مقدم ہے۔

مگر اس کا حاصل بظاہر یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے بے تحقیق ایک بات فرما دی ہم حضرت صدیقہ پر یہ گمان نہیں کر سکتے نہ کسی صاحب ادب کو ایسی جرأت ہو سکتی ہے۔ یہ مانا کہ وہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں موجود نہ تھیں اور کم سن بھی تھیں مگر جو بات وہ فرما رہی ہیں وہ تو عقل و بلوغ کے زمانہ میں ان سے صادر ہوئی ہے اور ایسے وقت میں وہ بدون تحقیق کے کوئی بات نہیں فرما سکتیں یقیناً تحقیق کے بعد فرما رہی ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی نسبت فرماتی ہوں کیونکہ معراج میں تعدد ہے تو پھر کچھ بھی مضر نہیں۔

میرے ذہن میں اس کا جو جواب آیا ہے وہ بہت لطیف ہے وہ یہ کہ فقدان کے دو معنی ہیں، ایک تو چیز کا اپنی جگہ سے گم ہو جانا ہٹ جانا دوسرے تلاش کرنا چنانچہ دوسرے معنی میں فقدان کا استعمال نص میں بھی آیا ہے قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہو کر ندا کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو یہاں فقدان کے معنی طلب ہی کے ساتھ زیادہ ظاہر ہیں۔

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہیں رہے کہ آپ کی تلاش کی جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ ساری رات میں اپنے گھر سے جدا ہی نہیں ہوئے وہیں رہے۔ تاکہ اس سے معراج منامی یا کشفی پر استدلال کیا جائے بلکہ مطلب[۲] یہ ہے کہ آپ گھر سے جدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہیں لگی جس میں گھر والوں کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو۔

---

[۱] قلت نص البغوی فی تفسیرہ ماذا تفقدون ما الذی ضل عنکم والفقدان ضد الوجدان اہ وکذا نص فی الخازن بان الفقدان ضد الوجود اہ (ص ۲۴۶ ج ۳) وکذا نص فی القاموس فقدہ یفقدہ فقدا نا وفقودا عدمہ فھو فقید ومفقود اہ (ص ۱۰۲ ج ۱) ولم اجد الفقود ا بمعنی التفقد بعد ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ ۱۲ جامع۔ احقر اشرف علی کے ذہن میں اس حاشیہ کو دیکھ کر ایک تاویل آئی تھی جس کو حاشیہ آئندہ میں ظاہر کر دیا گیا ۱۲

[۲] اور اگر فقدان کے وہی معنی لئے جائیں جو متبادر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شب

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

صورتِ عروج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا کمال ہے مگر معراج کو ایسی صورت میں منحصر نہ سمجھنا چاہیئے اور نہ محض عروج آسمانی کے ساتھ حقیقت معراج کو مخصوص

(بقیہ حاشیہ ص۳۲۹) جسم عنصری سمجھ کر ما فقد کا حکم کرایا ہو اور موٹی بات ہے کہ اگر معراج جسد عنصری سے نہ ہوتی تو اتنا انکار اس پر نہ ہوتا اور اگر غلط فہمی سے ہوتا تو آپ بھی جواب دیدیتے کہ میں جسد عنصری سے دعوئ نہیں کرتا کہ اس پر اس قدر استبعاد کیا جاوے ۱۲ احقر ظفر احمد عرض کرتا ہے کہ بعد میں تفسیر تنویر المقیاس میں جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ ماذا تفقدون اور تفقد کی تفسیر ماذا تطلبون اور نطلب کے ساتھ میری نظر سے گذری اور یہ تفسیر بالکل اُس معنی کے مطابق ہے جو حضرت حکیم الامۃ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمائے ہیں کیونکہ طلب کے معنی تلاش کرنے اور ڈھونڈنے ہی کے ہیں اور بظاہر ابن عباس کی یہ تفسیر باللازم ہے کیونکہ فقدان اکثر طلب کو مستلزم ہوتا ہے لہذا ملزوم کی تفسیر لازم سے فرمادی لیکن اس سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ گاہے فقدان سے طلب و تفتیش بھی مراد ہوا کرتی ہے پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں بھی اس معنی کا احتمال ہے جیسا کہ حضرت مولانا نے فرمایا ہے واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور ہر چند کہ تفسیر تنویر المقیاس اکثر محدثین کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ اس کے راوی کلبی اور ان کے شاگرد محمد بن مروان سدی صغیر مجروح ہیں مگر سیوطی نے اتقان میں ابن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے لکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحۃ وخاصۃ عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد تفسیرا طول منہ ولا اشبع اھ ص ۱۹۶ ج ۲) جس سے فی الجملہ اس کی تقویت ہوتی ہے دوسرے یہ مسئلہ کوئی احکام کی قبیل سے نہیں جس میں راوی کا مجروح ہونا مضر ہو بلکہ از قبیل نقل لغت ہے جس میں بہت وسعت ہے فافھم واللہ اعلم وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لیظھر لک نعمۃ اللہ علی جماعتنا ولہ الحمد انہا لا تقبل اقوال اکابرھا فی تفسیر معانی القرآن الا بعد ظھور مطابقتھا لاقوال السلف وان اکابرھا لا یتکذرون لایراد الاصاغر علیھم اذا کان بالادب لاجل الطلب ولیظھر لک حسن ذوق حضرۃ حکیم الامۃ فی التفسیر بحیث لا یتخطی عن الصواب ولو قال شیا بغیر مطالعۃ کتاب ۱۲۔